صوبیدار محمد افسر خان عباسی شہیدؒ

(مری رجمنٹ)

1947ء میں خطہ کوہسار کے عظیم سپوتوں کا کشمیر آزاد
کرانے کے لیے سنسنی خیز اور ایمان افروز کردار

محمد شہباز عباسی

نام کتاب-------------------صوبیدار محمد افسر خان عباسی شہیدؒ

مؤلف-------------------محمد شہباز عباسی

ایڈیشن-------------------اول

ناشر-------------------احمد گرافکس

کمپوزنگ-------------------احمد ذکاء عباسی

پرنٹنگ-------------------احمد گرافکس اینڈ پرنٹنگ پریس علیوٹ مری

ملنے کا پتہ

احمد گرافکس، مین بازار علیوٹ مری

موبائل نمبر:0315-0518544

فون نمبر:051-3351054

ای میل ایڈریس:ahmedzakaabbasi34@gmail.com

صوبیدار افسر خان عباسی شہیدؒ

خطہ کوہسار کی مردم خیز سرزمین کی تاریخ الوالعزم، بہادر، جری اور قومی حمیت کے حامل سرفروشوں سے بھری پڑی ہے۔ سردار باز خان اور ان کے سینکڑوں ساتھیوں کے کارنامے ہوں یا دوست محمد خان خاکسار کا جزبہ ایثار، سردار سمندر خان کا جزبہ حب الوطنی ہو، سردار سلطان خان کی اہل کوہسار کے لیے تڑپ، سردار امیر خان کی فکر انگیز شخصیت ہو یا مراد خان کا جزبہ جنوں، الغرض وادی کوہسار کے نشیب و فراز مایہ ناز سپوتوں کے کارناموں سے بھرے پڑے ہیں۔

ان جہاندیدہ اور غیور ناموں کی فہرست میں ایک ناقابل فراموش کردار "صوبیدار محمد افسر خان عباسی" بھی ہے، جن کی قیادت میں "مری رجمنٹ" نے تحریک آزادی کشمیر میں کارہائے نمایاں سرانجام دے کے نہ صرف اہل کوہسار کا سر ہمیشہ کے لیے فخر سے بلند کیا بلکہ ان جانبازوں کی اخروی زندگی بھی تا قیامت زندہ و جاویداں ہوگئی۔ موجودہ آزاد کشمیر کے گاؤں ڈنہ کچیلی سے چند فرلانگ آگے جہاں "مری رجمنٹ" کے سرفروش شہید ہوئے وہ مقام آج بھی شہدائے مری کی جانثاری اور سرفروشی کی گواہی دے رہا ہے اور وہاں آج بھی آزاد کشمیر کا جھنڈا بڑی شان سے لہرا رہا ہے۔ صوبیدار محمد افسر خان عباسی کے جہادی کردار نے آنے والی نسلوں کو ایک ایسا جامع پیغام دیا ہے کہ کوئی پیر و جوان اپنے مظلوم اور بے سہارا مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کی مدد کے لیے پہنچنے سے پہلو تہی کرنے میں قاصر ہو کر رہ گیا ہے۔ تفصیل مری رجمنٹ کے باب میں ملاحظہ کر کے قارئین کا ضمیر خود فیصلہ کر سکتا ہے۔

ابتدائی زندگی اور فوج میں ملازمت

افسر خان عباسی 1880-90ء کے عشرے میں علیوٹ گاؤں میں پیدا ہوئے۔ والد محترم کا نام حیات خان تھا۔ اللہ تعالی نے حیات خان کو 7 بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازا۔ بیٹوں کے نام بالترتیب محمد غلام، محمد

زمان، محمد عبدل، محمد اکبر، میر عبدل محمد افسر اور میر حیدر تھے، اور بیٹی کا نام محمد جان تھا۔حیات خان مضبوط جسم ،فولادی قوت اور غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد میں بھی یہ وصف ڈال دیے تھے،آپ کے تمام بیٹے طاقت ور اور فولادی قوتوں کے حامل تھے،ساتھ ساتھ دینی ماحول اور اسلامی روایات کا حامل یہ گھرانہ قرب وجوار کی بستیوں پر خاص اثر رکھتا تھا۔یوں تو حیات خان کی تمام اولاد نیک، مخلص اور اعلی اسلامی روایات کا پیکر تھی لیکن افسر خان کو تو اللہ تعالی نے نا قابل یقین ،طاقت و قوت اور جرأت و بہادری سے نوازا۔آج بھی پرانے بوڑھے ان کی جرأت اور مختلف علاقائی کھیلوں میں ان کے مقابلوں کے قصے سناتے ہیں تو انسان دھنگ رہ جاتا ہے۔ذیل میں افسر خان عباسی کی نجی زندگی کے چند احوال بطور نمونہ حوالہ قلم کیے جاتے ہیں تاکہ قارئین ان کی شخصیت اور نجی زندگی کو بغور سمجھ سکیں۔

اس دور میں کبڈی، گتکا، نیزہ بازی، رسہ کشی اور دوسرے مختلف قسم کھیل عام تھے،عموماً شادی بیاہ اور دوسرے اجتماعی مواقع پر بھی میدان سجتے تھے،پیروجوان سبھی اپنی صلاحیتوں کا لوہا منواتے تھے،سادہ لیکن جفاکش معاشرے کے یہ لوگ دور دور جا کر مقابلوں میں اتر کر مقابلے کے لیے للکارتے تھے،غریب لیکن مہذب معاشرے کے یہ اہل کہسار مہمان نواز بھی تھے،اگر کوئی اجنبی مہمان مقابلہ جیت جاتا تو بنتِ ہمالیہ کے یہ باسی ،مکئی کی روٹی ،لسی ،مکھن ،ساگ اور دیسی گھی سے اس کی تواضع کرتے اور عزت سے روانہ کرتے تھے۔موجودہ شاہراہ اس دور میں بیل گاڑیوں اور گھوڑا گاڑیوں کے لیے استعمال ہوتی تھی۔1910ء کے عشرے کا واقعہ ہے کہ ایک پنجابی پہلوان لاہور سے سری نگر آنے والے قافلے میں شریک سفر تھا۔تجربہ کار، زورآور اور جسیم پہلوان ہر پڑاو پر اتر کر مقابلے کی دعوت دیتا تھا۔جب یہ قافلہ علیوٹ پہنچا تو پہلوان نے مقابلے کے لیے للکارا، اسے پہلے سے اطلاع تھی کہ یہاں کوئی پہلوان رہتا ہے، پنجابی پہلوان افسر خان کے رشتہ میں چچا پہلوان خان کے پیچھے پڑ گیا، پہلوان خان عباسی نے کہا کہ میرا نام پہلوان خان ہے البتہ میں تمہارے مقابلے کے لیے

اپنے بھتیجے کو بلاتا ہوں جواں سالہ افسر خان کو اطلاع ملی تو ماں سے اجازت لے کر چل پڑے، اگر چہ آپ پہلے سے زخمی تھے، لیکن دیوہیکل پنجابی پہلوان کی للکار اور اہل علاقہ کو چیلنج کرتے ہوئے دیکھ کر جوش حمیت میں میدان میں اتر آئے، دیوہیکل پہلوان نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ بھتیجے تم میرا وار نہیں سہ سکتے، میرے مقابلے کے لیے کوئی میرا ہم پلہ امیدوار آئے، افسر خان نے کہا پہلے میرا مقابلہ کرو پھر کسی اور کو للکارنا۔ مقامی بزرگ راوی ہیں کہ مقابلہ شروع ہو گیا، چاروں طرف سے شائقین میں گرے دونوں سورما زور آزمائی کرنے لگے تھوڑی ہی دیر بعد نوجوان افسر خان نے پروفیشنل اور آزمودہ کار پہلوان کو اپنے بازوں کی قوت سے سر سے اوپر اٹھا لیا اور اس زور سے زمین پر دے مارا کہ کچھ دیر زمین پر پڑا رہا، شکست تسلیم کی نوجوان فاتح کا ہاتھ چوما اور یہ کہتے ہوئے رخصت ہوا کہ آئندہ کسی کو چیلنج نہیں کرونگا۔

ایک دفعہ کبڈی کے مقابلے ہو رہے تھے۔ گھوئی کے مقام پر سر سبز اور کشادہ میدان بچھا ہوا تھا، دور دور سے کھلاڑی مقابلوں میں حصہ لینے کی غرض سے صبح صبح ہی پہنچنا شروع ہو گئے تھے، دوپہر تک مقابلے کے لیے بیتاب ایک کھلاڑی کو اپنی ماں نے یہ تاکید کی تھی کہ افسر خان سے پہلو تہی کرنا اور اس سے مقابلہ نہ کرنا، لیکن اپنی طاقت اور فن پر نازاں یہ مستند کھلاڑی باز نہ آیا اور افسر خان کا سامنا کرنے کے لیے مہارت دکھانا شروع کر دی۔ دورانِ مقابلہ افسر خان کے آہنی ہاتھوں کے شکنجے میں آ گیا، آہنی پنجوں نے اس کا ہاتھ قابو کر کے انگلیوں کو اس زور سے دبایا کہ انگلیوں کی پوروں سے خون کی دھاریں پھوٹ کر اس کے چہرے پر پڑنے لگیں، چہرہ زرد ہو گیا اور شکست خوردہ آواز میں اپنی ہار تسلیم کر لی۔

افسر خان جب ہندوستان کی فوج میں ملازمت کر رہے تھے ان دنوں چھٹی پر گھر آئے، کشمیر سے راولپنڈی تک سست رفتار بس سروس شروع ہو چکی تھی، چھتر کے قریب بڑوھا گاؤں کے لوگ قرب و جوار میں دھاک بٹھائے ہوئے تھے، بڑوھا کے ایک بااثر زمیندار نے اپنے قبیلے کو ساتھ ملا کر نجی ٹیکس وصول کرنا شروع کر دیا تھا، ٹیکس فی آنہ ہر فرد سے وصول کیا جاتا تھا، کشمیر، ہزارہ اور مری کے مضافات کے

باسی کافی پریشانی کا سامنا کرنے لگے ،بعض لوگ ٹیکس سے بچنے کے لیے چھتر سے پہلے ہی بس سے نیچے اتر جاتے اور شارٹ راستے کے ذریعے پیدل سترہ میل تک پہنچنے کی کوشش کرتے ،عموماً بوڑھے ،عورتیں اور بچے ہی سفر کرتے تھے کیونکہ پیسہ اتنا عام نہیں تھا اور اکثر لوگ پیدل بھی سفر کیا کرتے تھے ،وہاں کے لوگ بس پہنچنے پر اچانک نمودار ہوتے اور ٹیکس وصول کرنے کے بعد روپوش ہو جاتے تھے ،ان لوگوں کی بدقسمتی یا مسافروں کی خوش قسمتی کہ افسر خان بھی ایک دن اپنے کسی کام کے سلسلے میں راولپنڈی کی طرف آمادہ سفر ہوئے۔ یہ 1940ء کے عشرے کا واقعہ ہے کہ بس سوئے راولپنڈی جانبِ منزل رواں دواں ہوگئی ،بڑوھا کے مقام پر بس روک لی گئی ،ٹیکس وصولی کا عمل شروع ہو گیا ،افسر خان بھی کچھ لمحے یہ غیر قانونی کھیل دیکھتے رہے ،ایک عورت چلا چلا کر دھائیاں دے رہی تھی کہ میرا خاوند حد درجہ غریب اور لاغر ہے ،محنت مزدوری یا کھیتی باڑی سے بھی قاصر ہے ہمیں معاف کیا جائے ،لیکن مقامی غنڈے کسی کی بھی سننے کو تیار نہ تھے ،افسر خان فرطِ جذبات اور غصے سے بے قابو ہو گئے ،باوجود یہ کہ مقامی بدمعاش لاٹھیوں اور ڈنڈوں سے لیس تھے۔ آپ نے سب کو للکارا اور اللہ کا نام لیکر حملہ آور ہو گئے ،ڈنڈوں اور لاٹھیوں کے اکثر وار یا تو خالی جاتے یا آپ پر گویا اثر ہی نہیں ہو رہا تھا۔ کچھ دیر بعد مقامی غندے جن کی تعداد 10 یا 12 تھی اِدھر اُدھر بکھرے پڑے تھے ،آپ کا مُکّا جس پر پڑتا وہ دوبارہ کیسے اٹھتا؟ مسافر ایک طرف کھڑے یہ سارا ماجرہ دیکھتے رہے ،آپ ایک غنڈے کی گردن پہ پاؤں رکھے پوچھ رہے تھے کہ آئندہ ٹیکس لوگے؟ آپ نے مقامی زبان میں آئندہ ٹیکس نہ لینے کا وعدہ لیا اور سب کو چھوڑ دیا ،مسافر فرطِ مسرت سے جھوم اٹھے ،سوار ہوئے اپنی راہ لی ،پوٹھہ شریف کے بزرگ راجہ خان (مرحوم) راوی ہیں کہ میں بھی اس گاڑی میں سوار تھا ،بعد میں بھی راولپنڈی آنا جانا لگا رہا ،بڑوھا کی وہ ٹولی پھر کبھی نہیں دیکھی گئی۔

دوران ملازمت آپ کے بڑے بھائی میجر محمد عبدل خان انڈین آرمی کی ہاکی اور فٹ بال ٹیموں

میں بیک وقت صفِ اول کے کھلاڑی مانے جاتے تھے، دونوں بھائی بیک فٹ پر کھیلتے تھے اور مخالف ٹیم کے لیے لوہے کی دیوار ثابت ہوتے تھے، بڑے بھائی نرم دل اور درگزر کرنے والے واقع ہوئے تھے، ایک مرتبہ انڈین آرمی نے ٹورنامنٹ منعقد کیا جس میں مختلف محکموں کی ٹیمیں حصہ لے رہی تھیں۔ آپ کی ٹیم ابتدائی میچز جیتنے کے بعد سیمی فائنل میں پہنچ گئی، سیمی فائنل میں دونوں ٹیمیں مدمقابل ہوئیں اور کھیل شروع ہو گیا، مخالف ٹیم بھی منجھے ہوئے اور آزمودہ کار کھلاڑیوں پر مشتمل تھی، مخالف ٹیم کے فرنٹ فٹ پر کھیلنے والے سکھ فٹ بالر نے آپ کے بڑے بھائی میجر محمد عبدل خان کو بار بار فٹ بال سے نشانہ بنانے کی کوشش کی، حتیٰ کہ فٹ بال چھیننے کی کوشش میں سکھ کھلاڑی نے ریفری کی نگاؤں سے بچتے ہوئے محمد عبدل خان کی پسلی میں کہنی بھی ماری جس کی آپ نے تکلیف محسوس کی، افسر خان عباسی نے بڑے بھائی سے بمشکل اجازت لی اور دوران کھیل بدلہ لینے کی ٹھان لی، آپ فٹ بال لے کر آگے بڑھنے لگے، جب سکھ کھلاڑی مناسب وقفے پر آمنے سامنے آ گیا تو آپ نے اس کا نشانہ لیتے ہوئے اپنی پوری قوت سے فٹ بال کِک کر دیا، بال مخالف کھلاڑی کے سینے پر ٹکرایا اور پھٹ کر نیچے گرا، اسی لمحے مخالف کھلاڑی پیٹھ کے بل نیچے گرا اور ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا، مقصد چونکہ جان سے مارنا نہیں تھا ویسے بھی کھیل میں اس طرح کے حادثے کا مواخذہ نہیں ہوتا اس لیے افسر خان عباسی بھی مواخذہ سے بچ گئے۔

مندرجہ بالا چند واقعات افسر خان کی نجی زندگی سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے زیرِ قلم لائے گئے ہیں تاکہ قارئین یہ جان سکیں کہ غیر معمولی طاقت و قوت کے ساتھ ساتھ بہادر اور جرأت مند افسر خان ریٹائرمنٹ کے بعد ہاتھ پر ہاتھ دھرے فارغ کیسے بیٹھ سکتے تھے؟ قیام پاکستان سے چند سال قبل آپ ریٹائرڈ ہو کر گھر آئے اور مختلف سرگرمیوں میں علاقائی روایات کے مطابق حصہ لینے لگے، قیام پاکستان کے فوراً بعد جب ہندو ڈوگرہ فوج کے مظالم کی داستانیں موجودہ آزاد کشمیر سے ملکہ کوہسار کے بلند و بالا پہاڑوں میں سنی جانے لگیں تو افسر خان عباسی کی طبیعت بیباک خاموش کیسے رہ سکتی تھی؟ آپ

کی ریٹائرمنٹ کے وقت جو تعریفی سند جاری ہوئی اس پر انگریز کمانڈنگ آفیسر اردو میں رقم طراز ہے کہ "میں حیران و ششدر ہوں کہ صوبیدار افسر خان ڈھونڈ کو دورانِ ملازمت اپنی صلاحیتوں کالوہا منوانے کا جو موقع ملتا رہا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد نہیں مل سکے گا، لہذا یہ اپنے آبائی گاؤں جا کر اپنی طاقت اور جاہ و جلال کا کیسے استعمال کر سکے گا؟ مجھے شک ہے کہ یہ سمٹ کر پر امن زندگی گزار سکے گا، اس کا وجود خاموش نہیں رہ سکتا اور یہ غیر معمولی حرکت کر کے رہے گا، یہ سرٹیفکیٹ آج بھی ان کے گھر موجود ہے لیکن بوسیدہ اور نا قابل عکس ہو چکی ہے ورنہ اس تعریفی اور تاریخی سند کا عکس یہاں چسپاں کرنے کا متقاضی تھا۔ ورثا سے ان کے ذاتی ورثے ضائع بھی ہوئے، ورثہ جات کو سنبھال کر رکھنے میں کوتاہی بھی ہوئی، شاہد اس قسم کے رجحانات کی کمی رہی ہے۔

افسر خان عباسی نے زندگی میں 3 شادیاں کیں، لیکن اولاد ایک اہلیہ سے ہی ہوئی بڑے بیٹے گل عباس خان عباسی آپ کی شہادت کے دنوں لاہور پولیس میں ملازم تھے، بعد میں تھانیدار کے عہدے پر ریٹائر ہوئے، دورانِ ملازمت ایمانداری اور دیانت داری کے چشمے سے سیراب ہوتے رہے، زندگی بھر حلال کی روزی پر اکتفا کیا، آپ کے ساتھ ریٹائر ہونے والے ہمعصر لوگ مالدار اور دولت مند بن کر ابھرے لیکن آپ سادہ، ایمان افروز اور سفید پوش زندگی گزار کر 77 سال کی عمر میں 1999ء میں راہی ملک عدم ہوئے، دوسرے بیٹے افراز خان عباسی 52 سال کی عمر میں 1980ء مین حرکت قلب بند ہو جانے سے اجل کو لبیک کہہ گئے، تیسرے بیٹے محمد نثار خان عباسی تادمِ تحریر بقید حیات ہیں، معمولی کاروبار پر گزر بسر کرتے ہیں لیکن آباواجداد کی عظمت کی جھلک ان کی پیشانی پر عیاں ہے، مقامی سیاست اور لوکل باڈی الیکشن میں ان کی بہت اہمیت رہتی ہے۔

صوبیدار محمد افسر خان عباسی کا سلسلہ نسب دادا جلال خانؒ سے ہوتا ہوا دادا پیر ملک سورج اولیاءؒ تک پہنچتا ہے اس طرح آپ دادا پیر ملک سورجؒ کے بڑے صاحب زادے دادا اینکاری خان کی لڑی

سے ہیں، داداجلال خانؒ کی اولاد جلالال کے نام سے جانی جاتی ہے، داداجلال خان کو علیوٹ اور مسوٹ میں حصہ ملا لیکن آباد علیوٹ میں ہی ہوئے۔صوبیدار افسر خان کی شہادت اس وقت پیش آئی جب سردار باز خان عباسی کے کارناموں کی صدائیں ملکہ کوہسار مری کے نشیب وفراز میں ابھی گونج رہیں تھیں، یوں صوبیدار افسر خان عباسی، سردار باز خان عباسی اوران کے جانباز ساتھیوں کی بے چین روحوں کے سچے وارث اور امین ٹھہرے، ایسا لگتا ہے کہ اللہ تعالی نے سردار خان کی روح صوبیدار افسر خان کی شکل میں دوبارہ پیدا کی۔بعید نہیں کہ وادیِ کوہسار کی ان فلک پوش پہاڑیوں میں پھر کوئی مردِ آہن پیدا ہو بقول شاعر:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیداور پیدا

مری رجمنٹ

خطہ کوہسار مری کی آبادی کا کلچر، ثقافت اور معاشرہ آزاد کشمیر اور ہزارہ تک ایک ہی لڑی میں پرویا ہوا ہے، بالخصوص قبیلہ ڈھونڈ مزکورہ علاقوں میں پھیلا ہوا ہے، کوئی بھی غیر معمولی واقع پیش آنے کی صورت میں ان علاقوں کے باسی ایک دوسرے سے غافل نہیں رہ سکتے، یہی وجہ ہے کہ سردار باز خان اوران کے رفقاء کی تحریک کے دوران ملوٹ ڈھونڈاں سے اٹھنے والی آواز نہ صرف موجودہ تحصیل مری اور کوٹلی ستیاں تک پہنچی بلکہ یہ صدا کوہ ودامن سے گزرتی ہوئی باغ اور ہزارہ تک گونجی، مزید براں اس تحریک کے جھٹکے کابل میں بھی محسوس کیے گئے، حالیہ سالوں میں مری میں اٹھنے والی ٹول ٹیکس مزاحمتی تحریک ٹرانسپورٹرز اور تجارت پیشہ متوسط عوام نے شروع کی تو چند دنوں کے اندر کشمیر اور ہزارہ کے عوام اہلیان مری کی دادرسی کے لیے پہنچنا شروع ہوگئے تھے، اہلیان مری اپنے حقوق کے حصول کے لیے یک مشت ہوگئے تو

حکومت پاکستان جائز حقوق تسلیم کرنے پر مجبور ہوگئی۔

14 اگست 1947ء کو قیام پاکستان کے اعلان کے ساتھ ہی افراتفری شروع ہوگئی، قتل و غارت گری اور ہجرت کے واقعات پیش آنے لگے، تقسیم کے اعلان کے ساتھ ہی ہندوستان میں مسلمان اقلیتوں پر مظالم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ہندو اور سکھ دستے عورتوں اور بچوں کو بھی معاف نہیں کرتے تھے، وادی کشمیر کے مسلم اکثریتی رقبے پر ہندو ڈوگرہ راجہ ہری سنگھ کی حکومت مسلط تھی، سرکاری مشینری اور ڈوگرہ فوج کی سہولت سے مستفید ڈوگرہ راجہ نہ صرف دریائے جہلم تک کشمیری علاقے پر قابض تھا بلکہ دریا کے اس جانب بھی مسلط ہونے کے خواب دیکھ رہا تھا، 1857ء کی جنگ آزادی اور ناکامی کے بعد انگریز حکومت نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا، انہیں تعلیم، تجارت اور اعلی سرکاری ملازمتوں سے دور رکھا گیا تھا، کاروبار اور تجارت ہندوؤں کے نرغے میں تھی، مسلمان اکثریتی علاقوں میں بھی سکولوں میں زیادہ تر ہندو اساتذہ فائز تھے، لہذا کشمیری مسلمان بھی بے یارومددگار صرف کھیتی باڑی پر منحصر تھے، ان کی فصلوں کو ڈوگرہ فوج نے جلانا شروع کر دیا، خوف و ہراس میں مبتلا کشمیری مسلمان گھروں میں محصور ہو کر رہ گئے، بعض جان بچانے کے خوف سے دھیر کوٹ، راولاکوٹ اور مری کے سامنے مضافات میں آنا شروع ہو گئے۔ چند حواس باختہ کشمیری مری کی طرف ہجرت کرنے پر بھی مجبور ہو رہے تھے، اہل مری نے جب یہ داستانیں سنیں تو مری کے مضافات میں مقیم ہندو اقلیتوں سے بدلہ لینا شروع کر دیا۔ لیکن علیوٹ اور گردونواح میں بسے ہندو اقلیتوں کو بچانے کے لیے صوبیدار افسر خان عباسی سامنے آ گئے، مقامی لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی کہ دریائے جہلم کے اُس پار ہونے والے ہندو مظالم کے ذمہ دار یہ اقلیتیں نہیں، ان ہندوؤں سے بدلہ لینا اسلام اور انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے، بعض مواقع پر آپ کو سختی سے بھی کام لینا پڑا اور اسلحہ تان کر ہندو مردوں، عورتوں اور بچوں کی جانیں بچائیں، اپنی پناہ میں اردگرد کے ہندو خاندانوں کو بحفاظت گھڑیال کیمپ میں پاکستان کے حصے میں آئی فوج کے حوالے کیا، جہاں سے انہیں

ہندوستان پہنچنے کی سہولت میسر تھی، دِت، داس اور شیوس نامی ہندوں کے خیر خیریت کے خطوط آپ کی شہادت کے بعد بھی ہندوستان سے علیوٹ پہنچتے رہے۔صوبیدار افسر خان عباسی شہید مظلوم ہندو گھرانوں کی مدد کے ساتھ ساتھ کشمیری مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لیے سرگرم ہو گئے۔

اوائل ستمبر 1947ء میں ہی عبدالقیوم نامی نوجوان آپ کے پاس علیوٹ پہنچا اور حصولِ مدد کے لیے دہائی دی، بیدار مغز اور پڑھا لکھا 20 سے 25 سالہ یہ نوجوان دھیر کوٹ، غازی آباد، باغ اور نیلہ بٹ وغیرہ کے علاقوں میں خاصا سرگرم تھا، ان علاقوں میں مزید افراد بھی آزادی کی تحریک کے لیے کوشاں تھے، ڈوگرہ حکومت کے تسلط کی وجہ سے یہ کافی مشکل کام تھا، اکثر لوگ تاریخ کی بے رحم موجوں کا شکار ہو کر گم ہو گئے، تاہم عبدالقیوم خان نامی یہ نوجوان بعد میں صدر آزاد کشمیر اور تادم مرگ صدر آل جموں کشمیر مسلم کانفرنس اور سردار عبدالقیوم خان کے نام سے دنیا بھر میں مشہور ہوئے) صوبیدار افسر خان عباسی نے عبدالقیوم خان کو تسلی دی، مدد کو پہنچنے اور جہاد کرنے کا عزم کیا اور اس پیغام کے ساتھ عبدالقیوم خان کو رخصت کیا کہ "جہاں تک رسائی ممکن ہے اپنے علاقے کے مکینوں کو بتاؤ کہ اہلیان مری خطہ کشمیر کو آزاد کرانے کے لیے پہنچنے والے ہیں"صوبیدار افسر خان عباسی کی شہادت کے بعد کافی عرصہ تک سردار عبدالقیوم خان اسی شاہراہ سے پاکستان آتے جاتے تھے، علیوٹ کے مقام پر اترتے تھے اور آپ کی قبر پر حاضر ہو کر دعا کرتے تھے، نیز سردار عبدالقیوم خان نے صوبیدار افسر خان کے خاندان میں اپنے بیٹے کی دوستی بھی کی اور راہ رسم جاری رکھنے میں حتی المقدور کوشش کرتے رہے، دادا پیر ملک سورج کی سرزمین کے ہمیشہ ممنون ومشکور رہے، بعد میں ان کے بیٹے سردار عتیق خان عباسی بھی اہلیان مری کی عزت وحرمت کے قدر خواں رہے۔

ستمبر 1947ء کے پہلے ہفتے میں صوبیدار محمد افسر خان عباسی کی ایماپر مری کے فیئر فیلڈ (fair field) ہوٹل کے بند کمرے میں کشمیر کی آزادی کے لیے پہلی جنگی کونسل تشکیل دی گئی، اس اجلاس میں

اہلیانِ مری نے جہاد کشمیر کے تمام پلوؤں کا تفصیلی جائزہ لیا، مضافات سے مجاہدین کی رضا کارانہ شمولیت، قبائلی علاقہ سے اسلحہ کی فراہمی، جہاد کے طریقہ کار اور پیش قدمی سمیت دیگر امور زیر بحث لائے گئے۔ صوبیدار افسر خان عباسی کی طوفانی شخصیت اور بیقرار طبیعت زیادہ انتظار کی متحمل بھی نہیں ہو سکتی تھی، آپ دوربین کی مدد سے سامنے کے پہاڑوں پر نہ صرف دیکھنے کی کوشش کرتے بلکہ دریائے جہلم عبور کر کے عباسیاں پہنچنے والے بعض مظلومین سے آنکھوں دیکھا حال بھی معلوم کر چکے تھے، ان حالات میں مقامی بزرگ راوی ہیں کہ صوبیدار افسر خان عباسی بے اختیار یہ الفاظ اگلتے کہ میں نے انگریز حکومت کی ملازمت کی، چند روپے ماہانہ کے عوض۔ حکومت کی خاطر جنگیں کیں، اب مسلمانوں کی مدد اور جہاد کا وقت آ گیا ہے، میرے اوپر قرض ہے، یہ اتارنا ہے۔ ماتھے پر انگلی رکھ کر کہتے کہ یہاں گولی لگنی چاہیے تاکہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھے اپنے دوست بندوں کی صف میں شامل کرے۔

ستمبر 1947ء کے دوسرے ہفتے میں آپ نے "مری رجمنٹ" کے نام سے لشکر ترتیب دینا شروع کر دیا۔ اپنے جدامجد دادا پیر ملک سورج کے پہلو میں موجود جامع مسجد کو مرکز بناتے ہوئے آپ نے دلسوز اور متحرک تقریریں کیں، جہاد کے لیے لوگوں کو ابھارا اور اسلاف کے جہادی واقعات اور کارناموں کی یاد دہانی شروع کر دی۔ آپ کی پر اثر سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ قبیلہ ڈھونڈ کی رگ حمیت میں موجود پہلے سے شعلہ زن چنگاریاں جاگ اٹھیں اور آناً فاناً ہی موجودہ یونین کونسل پوٹھہ شریف سے 40 مجاہدین کا دستہ تیار ہو گیا، پوٹھہ شریف، سوئی، دڑہ، جنڈ الہ، سیہنہ، جبرہ اور علیوٹ کے مجاہدین کشمیر کو آزاد کرانے کے لیے اپنے حصہ کا کام نبھانے "مری رجمنٹ" کا ابتدائی حصہ بنے۔ اس وقت "انجمن مصلح القریش" زیارت پاک کی کمیٹی تھی، اس کمیٹی کے توسط سے بابو محمد آزاد خان اور ریٹائرڈ صوبیدار محمد سوار خان کے ذریعے قبائلی علاقہ جات سے اسلحہ منگوانے کا بندوبست کیا گیا، دیگر مضافات سے بھی اِکا دُکا مجاہدین آنا شروع ہو گئے، مختصر وقت میں جنگی رموز و اوقاف متعارف کرانے کے بعد علیوٹ کے

مقام پر مجاہدین کو جمع ہونے کا دن طے کردیا۔ "مری رجمنٹ" میں پیر و جواں سبھی شامل تھے، 60 سالہ تجربہ کار ریٹائرڈ فوجی بھی اور جنگی امور سے یکسر نابلد نوجوان بھی، جذبہ جہاد سے سرشار، شوق شہادت دلوں میں بسائے یہ مجاہد وقتِ مقررہ پر علیوٹ پہنچ گئے، پوٹھہ شریف (ڈھوک جنڈالہ) کے صد سالہ بزرگ محمد اشرف خان تادم تحریر زندہ ہیں مری رجمنٹ میں شامل تھے، وہ راوی ہیں کہ "میں جواں سال تھا اور لشکر میں شامل تھا، روانگی سے چند لمحے قبل صوبیدار محمد افسر خان عباسی نے اپنے اکلوتے پوتے (فدا حسین عباسی) کو منگوایا جو مشکل 2 یا 3 سال کا تھا، گلے لگایا، پیار کیا اور اسے "پاکستانی" کا نام دے کر اللہ حافظ کہا"۔

علاقائی روایات کے مطابق برادران مری، بالخصوص موجودہ یونین کونسل پوٹھہ شریف کی کثیر تعداد علیوٹ جمع ہوگئی، قبل از روانگی اجتماعی دعا ہوئی، پیر و جوان، پردہ نشیں ماؤں، بہنوں اور بچوں کے ہاتھ یک بار بلند ہوئے، قبل ازیں آسمان پر بادل امڈ آئے تھے، ہلکی بارش کی بوندیں زمین پر اترنے لگیں تھیں۔ دعا کے بعد تمام مجاہدین اپنے ورثاء سے مل کر رخصت ہونے لگے اور ایک دوسرے کو حوصلہ افزائی اور ثابت قدمی کے کلمات سے رخصت کرنے لگے تو صوبیدار افسر خان عباسی کی اکلوتی بہن "محمد جان" یوں گویا ہوئیں "لالہ عید قربان سر پر ہے، لوگ گھروں کی طرف آرہے ہیں، جانور ذبح ہونگے، آپ کہاں قربانی کرسکیں گے"۔ سات بھائیوں کی اکلوتی اس بہن کو بھائیوں کی طرف سے بہت انس اور پیار تھا، شیر دل بھائی نے جواب دیا" کاکو! مسلمانان عالم عید پر جانور قربان کریں گے، یہ سنت ابراہیمی اور واجب ہے لیکن میں عید قربان پر اپنی جان کی قربانی دونگا یہ میرے اوپر قرض ہے"۔ آپ نے ورثا کو مزید تاکید کی کہ اگر اللہ تعالی نے میری شہادت مجھے نصیب کردے تو میری طرف سے بکرا صدقہ کردینا۔ مری رجمنٹ کے یہ جانباز سپاہی دل میں جذبہ شہادت اور ذوق جہاد بسائے صوبیدار افسر خان عباسی کی قیادت میں جانب منزل رواں دواں ہوگئے۔

صوبیدار محمد افسر خان عباسی نے اپنے ایک جواں سال بھتیجے محمد صدیق شہید کو یہ کہہ کر روک لیا تھا کہ مرحوم بھائی کی اکلوتی اولاد ہو آخری نشانی کے طور پر علاقے میں رہو، لیکن عباسیاں پہنچے تو صدیق خان عباسی نشیبی مختصر راستوں سے بھاگتے ہوئے لشکر میں پہنچ گئے اور چچا سے فریاد کی کہ مجھے شاملِ لشکر کر لیں، سالارِ لشکر نے جذبہ جنوں کے آگے سرنگوں کر دیا، صاحب کشف میر عبدل خاں (مرحوم) کا جواں سالہ شیر دل محمد صدیق خان عباسی ہراول دستے کا حصہ بن گیا، اسی طرح پوٹھہ شریف کا جواں سالہ مجاہد غلام مرتضٰی عباسی اہل گھرانہ سے بمشکل اجازت لے کر جزبہ جہاد سے سرشار سرفروش مری رجمنٹ کا حصہ بنا اور داد و شجاعت کے جوہر دکھائے، عصر کے قریب مری رجمنٹ کا لشکر صوبیدار محمد افسر خان عباسی کی ولولہ انگیز قیادت میں عباسیاں پہنچا، چند فرلانگ آگے نکل کر دریائے جہلم کے اِس پار اترا، کوہالہ پل موجود تھا لیکن اس پر ڈوگرہ فوج قابض تھی، سامنے کی پہاڑیوں میں مورچے سنبھالے ڈوگرہ فوج اسلحہ تانے پوزیشن لیے ہوئی تھی، اس لیے دشمن کی نظروں سے اوجھل ہو کر کوہالہ سے پہلے ہی دریائے جہلم کے کنارے لشکر مجاہدین پتھروں اور جھاڑیوں کی اوٹ میں پوزیشن میں آ گیا، رات پڑنے اور اندھیرا چھانے پر ان رافٹوں اور رسوں کی مدد سے لشکرِ مری رجمنٹ دریائے جہلم کی تند و تیز لہروں کو چھوتا ہوا اس پار اترا جو مقامی لوگ آر پار جانے کے لیے استعمال کرتے تھے، نیز بعض مہاجرین بھی انہیں رسوں اور رافٹوں کی مدد سے عباسیاں پہنچے تھے۔

واقعات

مری رجمنٹ کا لشکر اب کشمیر کی حدود میں داخل ہو چکا تھا، دریائے جہلم عبور کرنے سے پہلے کمانڈر سامنے کی حدود کا اچھی طرح جائزہ لے چکے تھے، نیز مقامی لوگ بھی جنگی حکمت عملی اور دشمن کی متوقع موجودگی کا پتہ دے رہے تھے، لشکر کے کمانڈر نے ہر 8 یا 10 مجاہدین پر ایک آزمودہ کار اور ریٹائرڈ فوجی کمانڈر

قیام پاکستان کے دور میں پیدل آر پار جانے کے لیے نصب رسے اور رافٹیں۔

تاریخی کوہالہ پل کی یادگار تصویر۔

مقرر کر دیا۔ مجاہدین اپنے اپنے کمانڈر کے حکم اور ہدایات پر دل و جان سے عمل پیرا تھے، تمام کمانڈر سالار لشکر صوبیدار محمد افسر خان عباسی کے جنگی اشاروں اور ہدایات کو بخوبی سمجھتے تھے۔ مری رجمنٹ کا لشکر جب عباسیاں سے آگے بڑھا تو تعداد 100 مجاہدین تک پہنچ چکی تھی، لہٰذا 8 یا 10 مجاہدین پر مشتمل یہ ٹولیاں ایک دوسرے کے جنگی اشارے سمجھتے ہوئے آگے بڑھنا شروع ہو گئیں لشکر جنگی سوجھ بوجھ کے ساتھ بڑی جرأت اور حکمت عملی سے آواز پیدا کیے بغیر آگے بڑھتا گیا، دشمن کو دریائے جہلم حائل ہونے کی وجہ سے زیادہ خطرہ محسوس نہیں ہو رہا تھا اور غافل تھا۔ اچانک لشکر ان کے سروں پر پہنچ گیا اور کمال مہارت سے دشمن کو واصل جہنم کرتے ہوئے لشکر آگے بڑھ گیا، مری رجمنٹ کے جانثار مجاہدین کبھی رینگتے رینگتے آگے بڑھتے، کبھی بڑے پتھروں کی اوٹ میں ٹھہر جاتے، کبھی جھاڑیوں کے پیچھے ہو لیتے، کبھی ہمالیائی علاقے کے اس خطے میں تیزی سے اوپر چڑھتے، کبھی نشیبی راستوں میں احتیاط سے نیچے اترتے، اور کبھی گھنے درختوں کی پناہ میں کھڑے رہتے، دشمن کی چوکیوں اور پلٹوں کی موجودگی کا جائزہ لے کر کاروائی کرتے اور کامیاب آپریشن کر کے آگے بڑھتے، مقامی آبادی چونکہ مسلمان تھی اس لیے مقامی لوگ معاون اور مددگار ثابت ہوتے، لشکر چونکہ ٹولیوں میں منقسم تھا اس لیے ایک دوسرے کے دفاع کے لیے کامیاب حکمت عملی کے ذریعے آگے بڑھتا گیا، کبھی ٹولیوں کے کمانڈر دور تک تنہا آگے نکل جاتے اور دیر کے بعد دشمن کی چوکیوں اور چالوں کا بغور مطالعہ کر کے واپس آتے، اِکا دُکا چوکیاں سدراہ ہوتیں، بعض اوقات دشمن کو سنبھلنے کا موقع دیے بغیر سروں پر پہنچ جاتے دشمن پسپا ہوتا رہا اور پچھلی پہاڑیوں پر موجود تعینات فوج تک رسائی حاصل کر لیتا، سالار لشکر پیرانہ سالی کی عمر میں تھے، لیکن ان کی جہاندیدہ شخصیت، ولولہ انگیز قیادت، جواں جذبہ، تند و تیز فیصلے، شیر کی طرح آگے بڑھنا نیز مقامی آبادی کی تائید اور کھانے پینے کی سپلائی مجاہدین کے لیے خوشگوار اور تازہ ہوا کے جھونکے ثابت ہو رہے تھے، مجاہدین کئی مقامات پر دشمن پر ضرب کاری لگانے میں کامیاب ہوتے گئے اور آگے بڑھتے گئے۔

ڈنہ کچیلی کے مقام پر دشمن کی معقول تعداد سے سامنا ہوا، یہاں معرکہ کارزار گرم ہوا، مجاہدین شب خون مارنے اور دست بدست لڑائی میں بھی مہارت دکھا رہے تھے، اس مقام پر 2 دن تک جھڑپیں ہوتی رہیں، پہاڑی کی چوٹی پر ڈوگرہ سپائی تعینات تھے، دفاعی اعتبار سے دشمن کو برتری حاصل تھی اور مجاہدین نشیب میں تھے۔ اس موقع پر اللہ تعالی نے خاص نصرت عنایت کی۔ مقامی مجاہدین کا ایک دستہ بھی (ڈھونڈ اور سدھن قبیلے کا دستہ) پہاڑی کے عقب میں دشمن پر حملہ آور ہونے کے لیے پہنچ گیا، مجاہدین کے دونوں دستوں نے پتھروں کی اوٹ لیے دشمن پر فائرنگ کرتے ہوئے مصروف رکھا کہ دشمن کی نظروں سے اوجھل ہوتے ہوئے جواں سالہ مجاہد غلام مرتضی عباسی اور ان کے نقش قدم پر محمد زمان خان عباسی (دونوں کا تعلق پوٹھہ شریف سے تھا) پہاڑی پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے، دونوں مجاہدین نے دشمن کو سنبھلنے کا موقع دیے بغیر سنگینوں اور نیزوں سے دست بدست وار کر کے پہاڑی پر موجود ان ڈوگرہ سپائیوں کو ابدی نیند سلا دیا جو چوٹی سے فائرنگ کر رہے تھے، جذبہ جہاد سے سرشار ان دونوں سرفروشوں نے فتح کی خوشی میں آگ روشن کر ڈالی اور تکبیر کے نعرے لگائے، یہ عمل جنگی مصلحت کے خلاف اور نادانی کا پیش خیمہ ثابت ہوا، قرب وجوار کی گھاٹیوں میں موجود دشمن نے آگ کے الاؤ اور اس کے ارد گرد فائرنگ شروع کر دی دونوں مجاہد یکے بعد دیگرے چوٹی پر شہید ہو گئے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مؤمن

نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

مری رجمنٹ نے خوب مقابلہ کیا اور جرأت سے جوابی وار کیے، آخر دشمن پسپا ہو کر پچھلی گھاٹی تک پہنچ گیا، یہاں بہت سے ڈوگرہ فوجی مارے بھی گئے، صوبیدار افسر خان عباسی آزمودہ کار سپاہی کی حیثیت سے انڈین فوج میں کارہائے نمایاں انجام دے چکے تھے، جنگ وجدل کے عادی اور وسیع فوجی تجربہ رکھتے تھے، اس معرکہ میں 2 مجاہدین کی شہادت اور چند مجاہد زخمی بھی ہوئے، زخمیوں میں علیوٹ کے محمد

فیض دست بدست لڑائی میں گلہ کٹ جانے کی وجہ سے نیم مردہ حالت میں پڑے تھے کہ سالار لشکر نے اپنے بھانجے محمد اسحٰق اور دوسرے مجاہد محمد یوسف (سیہنہ) کو حکم دیا کہ زخمی ساتھی کو کوہالہ پہنچائیں شاید یہ بچ جائے۔ محمد اسحٰق (مرحوم) راوی ہیں کہ زخمی محمد فیض کا سانس گلے سے خارج ہورہا تھا۔ شدید مشکلات اور دشوار گزار راستوں سے یہ دونوں غازی اپنے نیم مردہ ساتھی کو لے کر کوہالہ پہنچے۔ گھنٹوں انتظار کے بعد ایک فوجی گاڑی مل گئی۔ زخمی مجاہد کو ہسپتال منتقل کر دیا گیا، خوش قسمتی سے یہ مجاہد بچ گیا، بعد میں لمبی عمر پائی اور اپنی طبعی عمر پوری کر کے وفات پائی۔ لشکر اسلام پسپا ہونے والے دشمن کیطرف بڑھا، زبانی روایات کے مطابق مقامی آبادی میں موجود کھکھہ قبیلے کے چند نادانوں نے دشمن کو مخبری کر دی، مجاہدین کی ٹولیوں اور کہن گاہوں تک دشمن کے نشانوں کی رہنمائی کر دی۔

صوبیدار افسر خان عباسی کی منزل اور ارادے قبائلی مجاہدین تک پہنچنا تھے، مری رجمنٹ کے لشکر کا مقصد دھیر کوٹ اور رباغ کے قرب وجوار کے علاقے سر کرتے ہوئے عبدالقیوم اور اس کی افرادی قوت کو ساتھ ملا کر سری نگر پہنچنا تھا، لیکن قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا، اوائل اکتوبر 1947ء سے لے کر 24 اکتوبر 1947ء تک مسلسل تین ہفتے تک صوبیدار افسر خان عباسی کی قیادت میں مری رجمنٹ نے اپنی بساط کے مطابق تحریک آزادی کشمیر کے لیے اپنی فتوحات کے جھنڈے گاڑھے، ڈنہ کچیلی سے سیر پچھلی پہاڑیوں پر دشمن کی مضبوط چوکیاں قائم تھیں، شکست کھا کر پسپا ہونے والے ڈوگرہ فوجی بھی یہاں جمع تھے، اس مقام پر دشمن کے پاس برین گن کی سہولت بھی میسر تھی۔

ادھر 23 اکتوبر 1947ء کو قبائلی مجاہدین کی بڑی تعداد (پشتو بولنے والے مجاہدین نیز ہزارہ کے مجاہدین بھی تھے) دشمن کو پسپا کرتے اور شکست دیتے مظفر آباد پہنچ گئے، ہزاروں مجاہدین پر مشتمل یہ لشکر مظفر آباد کے قریب ڈوگرہ فوج کی بڑی تعداد سے ٹکرا گیا، گھمسان کا رن پڑا، بیسیوں مجاہدین شہید ہوئے، بڑی تعداد میں ڈوگرہ فوجی واصل جہنم ہوئے، دشمن کو شکست فاش ہوئی، بڑی مقدار میں اسلحہ

وبارود بھی ہاتھ آیا، قبائلی مجاہدین فتح سے ہمکنار ہوتے ہوئے، تکبیر کی فلک شگاف صداؤں کی چھاؤں میں سری نگر کی طرف رواں دواں ہو گئے، سری نگر کے قریب پہنچنے تک قبائلی مجاہدین کو پھر دشمن کا سامنا نہیں ہوا۔ قبائلی مجاہدین یلغار کرتے ہوئے سری نگر کی جانب بڑھتے گئے، نومولود مملکت پاکستان کے پہلے گورنر جنرل اور بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے حصے میں آئی پاک فوج کو کشمیر میں داخل ہونے اور سری نگر پر حملہ آور ہونے کے احکامات جاری کر دیے، بدقسمتی سے چیف آف آرمی سٹاف انگریز جنرل سر فرینک مزری نے حیلوں بہانوں سے کام لیا اور ٹال مٹول کرتے ہوئے کمال ہوشیاری سے حکم عدولی کی تحریک آزادی کشمیر کا یہ الگ تفصیلی باب ہے جو یہاں موضوع بحث نہیں (جنرل سر فرینک مزری 15 اگست 1947ء سے 10 فروری 1948ء تک چیف آف آرمی سٹاف رہے)۔

24 اکتوبر 1947ء کو موجودہ آزاد خطہ پر آزاد حکومت کشمیر کے قیام کا اعلان کر دیا گیا، اُدھر ڈوگرہ راجہ نے حکومت ہندوستان سے مدد اور کمک کی درخواست کر دی تھی جو بخوشی قبول ہوئی، حکومت ہندوستان نے فوراً بری فوج کو سری نگر داخل ہونے کا حکم دیا، ہندوستانی بری افواج نے سری نگر کی طرف پیش قدمی شروع کر دی لیکن قبائلی مجاہدین کو روکنا انڈین آرمی کے بس کا روگ نہیں تھا۔

ہندوستانی فضائیہ نے سری نگر ہوائی اڈے پر حملہ کرنے کے ساتھ ساتھ قبائلی مجاہدین پر بم برسانا شروع کر دیے۔ قبائلی مجاہدین پر یہ ناگہانی آفت ٹوٹ پڑی۔ قبائلی مجاہدین آسمان سے آنے والے گولوں سے بے خبر آگے بڑھے چلے جا رہے تھے کہ بموں کی زد میں آنا شروع ہو گئے، ہزاروں مجاہدین شہید ہوئے، بچے کھچے مجاہدین پسپا ہوتے ہوئے واپس ہوئے، اس موقع پر قائد اعظم کے حکم کی نافرمانی نہ ہوتی تو پاکستان کی بری اور فضائی قوت کی پناہ میں قبائلی مجاہدین سری نگر فتح کر لیتے اور آج مقبوضہ کشمیر نہ ہوتا بلکہ پورا خطہ آزاد ہوتا۔ اس وقت سے لیکر آج 70 سال گزر چکے پاک فوج مسلسل وہ قرض نہیں چکا سکی اور خمیازہ بھگت رہی ہے۔

ادھر 26 اکتوبر 1947ء کا سورج عجب شان سے طلوع ہوا، عین قربانی کا دن، بروز جمعہ اور حج اکبر تھا، مجاہدین مری مختلف ٹولیوں میں دشمن پر تابڑتوڑ حملے کر رہے تھے، زبانی روایات کے مطابق چند نادانوں کی نادانی اور دوسری طرف ہندوستانی افواج اور فضائیہ کی پروازوں نے دوگرہ فوج کے حوصلے بلند کر دیے، دشمن نے کمال مہارت سے مجاہدین کو گھیرے میں لے لیا، دشمن کو یہ اطلاع بھی مل چکی تھی کہ جب تک سالار لشکر صوبیدار محمد افسر خان عباسی زندہ ہے یہ سرفروش جارحیت کرتے رہیں گے، صوبیدار محمد افسر خان عباسی اور ان کے 8 جانثار مری رجمنٹ کے سپوت دشمن کے نرغے میں آ گئے، رات کا اندھیرا تھا، فائرنگ کے تبادلے میں یکے بعد دیگرے مجاہدین مری شہید ہوتے گئے، صوبیدار محمد افسر خان عباسی کے پاس بارود ختم ہو چکا تھا اور زخمی بھی ہو چکے تھے، مثل مشہور ہے کہ زخمی شیر زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے، یہ مثل یہاں حرف بحرف سچ ثابت ہوئی زخمی شیر دست بدست لڑائی میں شریک ہو گیا، تمام 8 سرفروش شہید ہو چکے تھے کئی ڈوگرے بھی واصل جہنم ہوئے، ڈوگرہ فوج کا کمانڈر برین گن لیے نشانہ لینے کی کوشش کر رہا تھا، انڈین آرمی میں دونوں سپاہی اکھٹے کام کر چکے تھے اور ایک دوسرے کو خوب جانتے تھے، اسے اطلاع مل چکی تھی کہ مری رجمنٹ کی قیادت صوبیدار افسر خان عباسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جان گیا تھا کہ اس شیر کی دھاڑ جب تک گونجتی رہے گی ڈوگرہ سپاہی پسپا ہوتے رہیں گے، زخمی شیر نے للکارا اور دست بدست لڑائی کے لیے آگے بڑھنے کی کوشش کی، اس شیر نے آج تک پیٹھ نہیں دکھائی تھی اور آج تو عید قربان چند گز دور کھڑی قربانی کا تقاضا کر رہی تھی، صوبیدار افسر خان عباسی کے پاس اس لمحے کوئی جانور رہتا بھی تو اسے پیچھے دھکیل دیتے، زخمی شیر دھاڑا اور دست بدست لڑائی کے لیے پیٹی بھائی کی طرف بڑھا، پیٹی بھائی دشمن کا نشانہ بھی چونکا نہیں، گولی سیدھی پیشانی میں پیوست ہوئی، اور پچھلی جانب کے حصے میں بڑا سوراخ کرتی ہوئی نکل گئی۔ انا للہ انا الیہ راجعون۔

یوں مری کا یہ بطل جلیل، دادا پیر ملک سورجؒ کی نسل کا فرزند ارجمند اور سردار باز خان عباسی اور ان

کے جانثاروں کی امنگوں کا ترجمان شہادت کی عظیم منزل تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا اور عید قربان کے دن جانور قربان کرنے کے بجائے مظلوم ومحکوم قوم کو آزادی دلانے کے لیے اپنی جان قربان کر دی اور بہن کو کہا جملہ سچ ثابت کر دکھایا۔

مری رجمنٹ کے شہداء میں جوان سالہ اور طاقت ور بھتیجا محمد صدیق شہیدؒ (علیوٹ)، غلام مرتضیٰ عباسی شہیدؒ (پوٹھہ شریف)، محمد زمان خان عباسی شہیدؒ (پوٹھہ جنڈالہ)، دڑہ سے وزیر علی عباسی شہیدؒ یا محمد زمان عباسی شہیدؒ، محمد الٰہی عباسی شہیدؒ (دڑہ)، غلام خان عباسی شہیدؒ (علیوٹ)، اور محمد نذر عباسی شہیدؒ (سوئی) شامل ہیں۔

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں

ادھر ڈوبے، ادھر نکلے، اُدھر ڈوبے، اِدھر نکلے

شہادت کے بعد آپ کے پیٹی بھائی دشمن نے ہوس انتقام میں خوب بدلہ لیا، چھروں اور سنگینوں کے وار کر کے شہداء کے جسموں کو چھلنی کر دیا، دوران لڑائی آپ کا دوسرا جرأت مند بھتیجا (نمبردار سید زمان خان عباسی) سر پر آہنی خود پہنے مصروف جنگ تھا کہ ترچھی گولی سر سے ٹکراتی ہوئی گزر گئی۔ آہنی ہلمٹ کی وجہ سے زخم تو نہیں آیا سماعت بری طرح متاثر ہوئی اور لڑھکتے ہوئے نشیب میں گرتے چلے گئے، دشمن نے مردہ سمجھ کر رسائی نہیں کی 27 اکتوبر کی صبح مقامی لوگوں کے تعاون سے شہداء کو اجتماعی قبور میں اتارا اور سالار لشکر کا جسد خاکی لے کر سوئے کوہالہ روانہ ہوئے۔ سالار لشکر کی شہادت کے ساتھ ہی مری رجمنٹ کے مجاہدین پسپا ہو کر واپس بھاگنے پر مجبور ہو گئے تھے، جس کا جدھر رخ ہوا بھاگتا چلا گیا، صوبیدار افسر خان عباسی اور ان کے 8 جانبازوں کے نرغے میں آجانے کے بعد دور دور پھیلی ہوئی مجاہدین کی ان ٹولیوں کو معرکے میں حصہ لینے کا موقع بھی نہیں مل سکا تھا، پسپا ہونے والے چند مجاہدین بھی راستہ میں کوہالہ کے قریب سید زمان خان عباسی کے ساتھ ہو لیے۔ اِدھر برادران مری سینکڑوں کی تعداد میں

دریائے جہلم کے اس پار کوہالہ پل پر جمع تھے اور مجاہدین کی خبریں حاصل کرنے کے لیے بیتاب تھے ۔اب کوہالہ پل آزاد ہو چکا تھا ،دن ڈھلے جب سالار لشکر کا جسد خاکی کوہالہ پہنچا تو سینکڑوں برادران مری ہاتھ اٹھائے تکبیر کے نعروں کی گونج میں والہانہ استقبال کے لیے موجود تھے ،مری رجمنٹ کے اس جانباز اور سرفروش سالار کا جسد خاکی ایک مرتبہ پھر جلوس کی قیادت کرتا ہوا مری کی جانب رواں دواں ہوا۔

دیول کے مقام پر بشیر محمد خان (مرحوم) نے جنازے کا بھرپور استقبال کیا ،اپنے گھر میں جنازے کے چھلنی وجود پر پٹیاں کیں اور کفن پہنایا۔ مزید براں جسد خاکی کو اپنے ذاتی ٹرک میں سوار کرایا اور قافلہ علیوٹ کی طرف رواں دواں ہو گیا ،رات گئے جنازہ علیوٹ پہنچا۔ اگلے دن 28 اکتوبر 1947ء کو ہزاروں برادران مری اور ورثاء شہید کا جنازہ پڑھنے کے لیے نمبردار سید زمان خان عباسی کے گھر کے سامنے وسیع و عریض بگلہ میں جمع تھے۔ گھر کے سامنے سے لے کر موجودہ جامع مسجد عائشہ صدیقہؓ تک پھیلے اس وسیع و عریض بگلہ میں انسانی سر ہی سر نظر آرہے تھے۔ سالار لشکر کی اکلوتی بہن نے سر اور داڑھی مبارک کو تیل سے تر کیا اور مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے آہوں اور سسکیوں کے ساتھ بے اختیار کہا" لالہ آپ نے اپنا قول سچ کر دکھایا ،لوگوں نے عید قربان پر جانور ذبح کیے لیکن آپ نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" پیاری بہن کی آواز ڈوب گئی اور آگے کچھ نہ کہہ سکیں۔

مقامی بزرگ اور ورثاء راوی ہیں کہ 26 اکتوبر شہادت کے دن سے لے کر 28 اکتوبر تک تین دن گزرنے کے باوجود جسد خاکی کا چہرہ تروتازہ اور عجیب مہک تھی ،چہرے پر اطمینان بھری مسکراہٹ تھی۔ 28 اکتوبر 1947ء کو شہید سالار کا جسد خاکی ہزاروں سوگواروں اور مداحوں کی موجودگی میں آپ کے آبائی قبرستان میں بڑے بھائی میجر محمد عبدل خان عباسی کی قبر کے ساتھ لحد میں اتارا گیا۔

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلمان کی
ستارے جس کی گرد راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

مری رجمنٹ کی مہم جوئی کا ذکر نور الٰہی عباسی (تاریخ مری) لطیف کشمیری (خیابان مری)، اور بعض دوسرے مصنفین نے اپنی تصانیف میں مختصراً تو کیا لیکن اس ولولہ انگیز مہم کا متقاضی حق آج تک ادا نہیں ہو سکا، پرانے بزرگ اور مہم کے غازی بھی ختم ہو چکے ہیں، مری کی نئی نسل بھی مادیت کے اس دور میں ترجیحات بدل چکی ہے۔ سوشل میڈیا زیادہ تر نوجوانون اور نوعمر افراد کے زیر استعمال رہتا ہے لیکن یہ طبقہ تقریباً سوشل میڈیا کا بے مقصد استعمال کرنے پر تلا ہوا ہے۔ ان حالات میں بلا شک وشبہ کہا جا سکتا ہے ایسے ایمان افروز واقعات صحرا کے پھول کی طرح کھل کر مرجھا چکے ہیں اور سنبھالنے والا کوئی نہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ اہل علاقہ اور بالخصوص مری رجمنٹ کے کرداروں کے جانشین ہر سال 26 اکتوبر کو سمینار، جلسہ یا یاد دہانی کی کوئی تقریب منعقد کر کے ان کرداروں کی یاد تازہ کریں، اور نسلِ نو کو اجتماعی فائدوں کے لیے کچھ کر گزرنے کی صلاحیت بیدار کریں۔ انشاءاللہ مزید تحقیق اور جملہ معلومات نیز غازیوں کی فہرست کے ساتھ آئندہ اس مسوّدے کا بہتر حق ادا کرنے کی کوشش کی جائے گی، اس موقع پر جماعت اسلامی پوٹھہ شریف کی ایک کاوش کا بھول جانا زیادتی ہوگی، مذکورہ جماعت نے پوٹھہ شریف رن پٹی کے مقام پر مری رجمنٹ کر خراج تحسین پیش کیا اور اس وقت کے امیر قاضی حسین احمد (مرحوم) نے شہداء کے جانشینوں کو تمغے پہنائے، اللہ تعالی جزائے خیر دے۔ لیکن یہ سرمایہ کسی مخصوص طبقے کا ہی نہیں، سب کا اثاثہ ہے اس ورثے کا حق ادا کرنا کئی طبقوں پر ابھی لازم ہے۔





